ندا حسنین
میں تم اور چاند رات

مغرب کی اذان فضا میں بلند ہوتے ہی رمضان کا آخری روزہ اپنی تمام تر رحمتوں اور برکتوں کو سمیٹ کر سب کو الوداع کہتا ہوا رخصت ہوا۔ چاند رات کی روایتی رونق ہر سو بکھر گئی۔ گھروں سے سویوں کی میٹھی میٹھی خوشبو میں آنے کا سلسلہ شروع ہوا تو' لڑکیوں نے اپنے نازک نازک ہاتھوں کو مہندی سے نقش و نگار بنا کر سجانا شروع کردیا۔ فضاؤں میں مہندی کی مسحور کن خوشبو رچ بس گئی' لڑکیوں کی کھلکھلاہٹیں' چوڑیوں کی کھنک کی طرح کھنکنے لگیں۔ چاند رات مبارک کا شور اٹھا اور بازاروں میں رونق مزید دوچند ہوگئی اور اتنی خوب صورت و پر رونق رات میں وہ تنہا چھت پر کھڑی یک ٹک باریک سے چاند کو بادلوں کی اوٹ سے جھانکتا دیکھ رہی تھی۔ اس کے خوب صورت چہرے پر اداسی چھائی ہوئی تھی۔ آوارہ لٹیں اس کے چہرے کے اردگرد اٹکھیلیاں کررہی تھیں' جبکہ اس کی بڑی بڑی بادامی آنکھوں میں نمی تیر رہی تھی۔

"نتاشا یہ زندگی کے تمام خوب صورت پلوں میں سے سب سے حسین پل ہے جو آج تم میری ہوئیں۔" وہ گہری سیاہ آنکھیں اس کے حسین چہرے پر ٹکائے اس کے نازک سے ہاتھ کو تھامے انگوٹھی پہناتے ہوئے کہہ رہا تھا اور شرم سے اس کی گھنیری پلکیں جھک کر اسے مزید زیر کیے دے رہی تھیں۔

"اس بار چاند رات کو تمہارے ہاتھوں میں چوڑیاں میں پہناؤں گا۔" وہ شوخی سے بولا تھا۔

"اب یہ نہ کہنا کہ تمہارے ہاتھوں میں مہندی بھی لگاؤں گا۔" وہ اترا کر اسے چھیڑنے لگی۔

"نا! مہندی لگانا تو میرا کام نہیں۔ پر تمہیں قسم ہے میری کہ تم مہندی میرے نام کی لگاؤ گی۔" وہ بڑے مان سے اس سے کہہ رہا تھا۔ وہ نظریں جھکائے شرگیں مسکراہٹ لبوں پر سجائے اقرار کرگئی۔

یادیں کسی فلم کی طرح اس کی نظروں کے سامنے چل رہی تھیں اور مزید چلتی رہتیں۔ اگر مدیحہ اسے آواز دے کر' اس کا گہرا ارتکاز توڑ کر یادوں کے جہاں سے واپس حال میں نہ لے آتیں۔

"نتاشا دیکھو روحی آئی ہے تمہیں مہندی لگانے' جلدی سے نیچے آکر مہندی لگوالو۔" مدیحہ اسے اطلاع دے کر واپس چلی گئیں۔ اس کا دل نہیں چاہ رہا تھا مہندی لگوانے کا۔ مگر دل کی خواہش کی داستان وہ صرف اپنے حد تک رکھنا چاہتی تھی۔ زمانے کو شریک داستان نہیں کرنا چاہتی تھی۔ چنانچہ ناچاہتے ہوئے بھی وہ مرے مرے قدم اٹھاتی اندر روحی کے پاس آگئی۔

"ارے نتاشا جلدی آؤ' ابھی مجھے اپنے گھر میں بھی اتنے کام ہیں۔ پر آنٹی نے کہا تھا کہ چاند دیکھتے ہی میری بیٹی کو مہندی لگانے آجانا۔ سو میں سب سے پہلے تمہیں مہندی لگانے حاضر ہوگئی۔" روحی اسے دیکھتے ہی اپنی جلدی آنے کی وجہ بتانے لگی۔ وہ ویسے بھی تفصیلی بات کرنے کی عادی تھی۔

"بیٹا' لڑکیوں کے ہاتھ مہندی سے سجے اچھے لگتے ہیں۔ مہندی کی خوشبو جب ان کے وجود کو اپنے حصار میں لے لیتی ہیں تو بڑا ہی الوہی سارنگ ان کی شخصیت پر اثر انداز ہوتا ہے۔ ایسے میں لڑکیاں بڑی پیاری پیاری' خوشبوؤں میں بسی ہوئی من موہنی سی لگتی ہیں۔" مدیحہ کو مہندی لگانا خود بھی بے حد پسند تھا اور وہ نتاشا کے ہاتھ بھی ہمیشہ نہیں تو کم از کم تہواروں میں تو سجے دیکھنا چاہتی تھیں۔

"جاؤ نتاشا روحی کو اپنے کمرے میں لے جاکر مہندی لگواؤ۔" مدیحہ کے کہنے پر وہ روحی کو اپنے ساتھ کمرے میں لے آئی۔ روحی کافی دیر سے نتاشا کی خاموشی محسوس کررہی تھی۔ کچھ دیر تک تو انتظار کرتی رہی' پھر بھی نتاشا کچھ نہ بولی تو خود ہی بول پڑی۔

"کیا بات ہے' تم اتنی چپ چپ کیوں ہو؟" روحی نے اس کی بچپن کی عزیز ترین سہیلی تھی۔ اس کے پوچھتے ہی کب سے ضبط کیے آنسو ٹپ ٹپ نتاشا کی ہتھیلی پر گرنے لگے۔

"ارے... ارے... رو کیوں رہی ہو؟ کیا ہوا ہے' آخر کچھ بتاؤ تو۔" روحی بے تابی سے اس کے آنسو

صاف کرتے پوچھنے لگی۔

"شامیر..." ڈبڈبائی آنکھیں' بھیگا لہجہ' وہ صرف اتنا ہی کہہ پائی اور روحی سمجھ گئی۔

"لڑائی ہوئی ہے شامیر بھائی سے۔" اس کے پوچھنے پر نتاشا نے معصومیت سے سرہلادیا۔

☼ ☼ ☼

وہ کتنی دیر سے کمرے میں اندھیرا کیے آنکھیں موندے لیٹا تھا۔ درحقیقت یہ ماحول اس نے اس سنگ دل لڑکی کو بھلانے کے لیے بنایا تھا۔ پر ہزار ناراضی کے باوجود آنکھیں موندتے ہی وہ چھم سے اس کے سامنے حاضر ہوگئی۔

"اس انگوٹھی پر کون سا طلسم پڑھ کر پھونکا ہے۔ جب سے پہنی ہے دل تمہارے علاوہ کسی کی سنتا ہی نہیں۔" وہ آنکھیں معصومیت سے پٹپٹاتے ہوئے اس کے دل کے تار چھیڑ رہی تھی۔

"میں اس عید پر تمہارے نام کی مہندی لگاؤں گی۔ تم میرے لیے اس عید پر کیا خاص کروگے۔"

"تمہارے نام کی عیدی لے کر آؤں گا۔" اس نے گہری نظروں سے اسے مسکراتے ہوئے دیکھ کر کہا تھا۔

"بس عیدی..." وہ مطمئن نہ ہوئی تھی' فقط عیدی سے۔

"شامیر بیٹا... آج چاند رات ہے اور تم منہ لپیٹے پڑے ہو... اور یہ کیا حالت بنا رکھی ہے تم نے اپنی۔" شگفتہ کمرے کی بتی روشن کرتی ہوئی اندر داخل ہوتے ہوئے بولیں۔

"کچھ نہیں امی... بس ایسے ہی تھک گیا تھا ذرا۔" وہ بیٹھے ہوئے بولا تو وہ بھی اس کے پاس آبیٹھیں۔

"دیکھو بیٹا! اگر تم دونوں میں جھگڑا ہو بھی گیا ہے تو ختم کرو' صلح صفائی کرو۔ یہ کیا خود بھی سکون میں نہیں اور اسے بھی ستا رہے ہو۔" وہ شفقت سے اس کے بال سہلاتے ہوئے بولیں۔

"امی جن سے بے انتہا محبت ہوتی ہے ان سے کچھ امیدیں بھی وابستہ ہو جاتی ہیں اور جب وہ امیدوں پر پورا نہ اتریں تو دل تو برا ہوتا ہے نا۔" وہ سر جھکائے دھیمے لہجے میں بولا۔

"بیٹا! امیدیں تو ٹوٹتی بندھتی رہتی ہیں انسانوں سے۔ امیدوں کو پورا کرنے والی واحد ذات تو صرف اللہ کی ہے۔ بھلا انسان کہاں اتنا بااختیار کہ خود سے وابستہ توقعات پوری کر سکے۔" وہ شامیر کو سمجھاتے ہوئے پل بھر کو خاموش ہوئیں۔ ایک گہری نظر بیٹے کے چہرے پر ڈالی اور پھر سے کہنے لگیں۔

"میں نہیں جانتی تم دونوں کا کس بات پر جھگڑا ہوا ہے۔ پر محبت کرنا آسان اور نبھانا مشکل ہے۔ ایک دوسرے کے جذبات کو سمجھ کر، غلطیوں کو نظرانداز کرنا پڑتا ہے۔ تب محبت کی گاڑی آگے چلتی ہے۔ ورنہ وہیں رکی رہ جاتی ہے۔ محبت ایک دوسرے کو منوا کر اپنا آپ منواتی ہے۔ نتاشا سے جو بھی غلطی ہو گئی اس غلطی کو دور کرو، بجائے اس کے کہ خود ایک دوسرے سے دور ہو جاؤ۔"

شامیر نے اپنی پسند سے نتاشا سے منگنی کی تھی۔ وہ اس کی کلاس فیلو تھی۔ شگفتہ کو بیٹے کی اس پسند پر ذرا بھی اعتراض نہ تھا۔ وہ ان ماؤں میں سے تھیں جو اولاد کی خوشی میں خوش رہتیں۔ انہیں اپنے بچوں کی خوشیاں بے حد عزیز تھیں۔ اسی لیے بنا وجہ جانے بھی صلح کروانا چاہ رہی تھیں۔

"جی امی۔ آپ فکر نہ کریں، میں جھگڑا ختم کر دوں گا۔" وہ محبت سے ماں کا ہاتھ تھامتا ہوا بولا۔ جہاں ماں کی قدر دل ہی دل میں مزید بڑھ گئی۔ وہیں نتاشا کی بے جا ضد پر افسوس بھی ہوا۔ مگر وہ دوریاں بڑھانا نہیں، گھٹانا چاہتا تھا۔ وہ دو اہم اور مقدس رشتوں کی ڈوریوں کو سنبھالنے والا تھا۔ یہ اس کا فرض تھا کہ دونوں رشتوں کی ڈوریوں کو، بنا الجھائے اپنے گرد محبت اور اعتبار سے باندھے رکھے۔

"کیسے فکر نہ کروں۔ تم نے تو ناراضی میں عیدی لے جانے سے بھی منع کر دیا۔ مدیحہ بہن بھی کیا سوچیں گی کہ بچی کی پہلی عیدی بھی لے کر نہیں آئیں۔ آج کل کے بچے بھی عجیب ہیں۔ دماغ پھرتے دیر نہیں لگتی۔ معاملے کی نزاکت کو سمجھے بنا بس اپنی مرضی کیے جاتے ہیں۔" شگفتہ اسے احساس دلاتے ہوئے خود بھی پریشان ہو رہی تھیں۔

"آپ فکر نہ کریں امی، میں خود بات کر لوں گا نتاشا کے گھر والوں سے، کوئی بدمزگی نہیں ہو گی۔" وہ انہیں یقین دلانے والے انداز میں مطمئن کر رہا تھا۔

"تم کیا بات کرو گے صاحب زادے، میں سارے انتظامات مکمل کر آئی ہوں۔ بس ابھی ہم نتاشا کے گھر عیدی لے کر جا رہے ہیں۔" شگفتہ نے شامیر کے سر پر ایک پیار بھری چپت رسید کرتے ہوئے کہا، تو اسے بے ساختہ ماں پر پیار آ گیا۔ شگفتہ کے کمرے سے جانے کے بعد وہ موبائل چیک کرنے لگا۔ تمام دوست احباب کے 'چاند رات کی مبارک' کے میسج تھے۔ بس اس سنگ دل لڑکی کے ہی نہیں تھے۔

"بے وفا۔" وہ بڑبڑاتا ہوا بستر سے اٹھ کھڑا ہوا۔

☼ ☼ ☼

"میں نے کوئی جھگڑا نہیں کیا، بس اتنا کہا تھا شامیر سے کہ اپنی عیدی کی تیاری میں خود کروں گی۔ تم مجھے خود شاپنگ کروانا اور پھر وہ تمام چیزیں آنٹی کو جا کر دے دینا۔ بس اتنی سی بات کہی تھی جس پر شامیر بھڑک گیا کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ تم غلط مطالبہ کر رہی ہو۔ تب میں نے بھی کہہ دیا کہ ٹھیک ہے، پھر میرے گھر عیدی لے کر مت آنا۔

روحی میں نے تو غصے میں کہا تھا۔ اتنا بھی نہ سمجھا وہ۔ سچ میں عیدی لے کر نہیں آیا۔ عیدی تو چھوڑو ایک میسج تک نہیں کیا اس نے، اتنی سی بات پر کتنا بدل گیا وہ روحی۔" وہ زمانے بھر کی معصومیت چہرے پر سجا کر بول رہی تھی۔

"اتنی سی بات۔ تمہیں یہ اتنی سی بات لگ رہی ہے نتاشا۔ تمہیں اب بھی احساس نہ ہوا کہ تم نے کتنی نازیبا اور بیچ بات کہی ہے۔ ہمارے معاشرے میں اگر ایسے مطالبات لڑکے والوں کی طرف سے ہوں تو انہیں لالچی کہا جاتا ہے اور تم دھڑلے سے۔ جو اس طرح کے مطالبات کر رہی ہو۔ اک پل کو بھی سوچا کہ شامیر تمہارے بارے میں کیا سوچے گا۔" روحی غصے سے دانت کچکچاتے ہوئے بولی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اس نادان لڑکی کا سر پھوڑ ڈالے۔

"روحی میں نے ایسی کوئی معیوب بات بھی نہیں کی جو تم اتنا غصہ کر رہی ہو۔ زمانہ بدل گیا ہے۔ اب لڑکیاں اس طرح کی شاپنگ خود ہی کرتی ہیں۔" نتاشا اب بھی اپنی ضد کو صحیح مان رہی تھی۔

"زمانہ جتنا بھی بدل جائے، لڑکیوں کے اندر سے شرم و حیا ختم نہیں ہونی چاہیے۔" مدیحہ کی آواز نے ان دونوں کو چونکا دیا۔ وہ کب دروازے پر آ کھڑی ہوئیں ان دونوں کو خبر ہی نہ ہو سکی۔

"امی۔ وہ۔" ماں کو سامنے دیکھ کر نتاشا گڑبڑا گئی۔ اس کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی مدیحہ نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔

"تم نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ اوپر سے مجھے ہوا بھی نہ لگنے دی ان تمام باتوں کی۔ میں تو دل ہی دل میں شگفتہ بہن کو کتنی بار برا بھلا کہہ چکی ہوں کہ میری بیٹی کی خوشیوں کی پروا نہیں۔ مجھے کیا خبر کہ میری بیٹی خود ہی اپنی کم عقلی کے ہاتھوں اپنی خوشیاں برباد کرنے پر تلی ہوئی ہے۔

"دیکھو بیٹا! یہ عیدی شادی سے پہلے ہی لڑکیوں کے سسرال سے آتی ہے۔ یہ ایک طرح سے لڑکیوں کے لیے سسرال کی طرف سے تحفہ ہوتا ہے۔ شادی کے بعد تو ساری زندگی تم نے خود ہی شاپنگ کرنی ہے، تو اچھی بات یہ ہے کہ تم اس تحفہ کی، خلوص کی قدر کرنا سیکھو کہ کل سسرال میں تمہاری بھی قدر ہو۔ تمہیں شامیر سے ایسی بات نہیں کرنا چاہیے تھی۔ تم نے تو اس کے سامنے میرا سر ہی جھکا دیا۔ مجھے تم سے ایسی امید نہ تھی نتاشا۔" مدیحہ نے نتاشا کو غصے سے گھورتے ہوئے کہا تو نتاشا کو بھی کچھ کچھ اپنی غلطی کا احساس ہونے لگا۔

"ٹھیک ہے امی میں مانتی ہوں مجھ سے غلطی ہوئی۔ مگر شامیر کو بھی تو یوں لاتعلق نہیں ہو جانا چاہیے نا۔" غلطی کے احساس کے بعد اب اسے شامیر کی ناراضی سے ڈر لگ رہا تھا۔

"واہ بیٹی! ایک تو تم حق بھی دوسروں کا چھینو اور یہ بھی توقع کرو کہ وہ احتجاج بھی نہ کرے۔ تم نے معذرت کی اس سے؟" مدیحہ نے اسے ٹھیک ٹھاک شرمندہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں... میں نے تو بات بھی نہیں کی۔" وہ شرمندگی سے بولی تو مدیحہ بھی کچھ نرم پڑیں۔

"چلو پہلے مہندی لگوالو... پھر اپنی ساس کو کال کرکے چاند کی مبارک باد دے دینا۔" وہ اسے راستہ سجھاتے ہوئے بولیں، تو نتاشا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

روحی اسے مہندی لگانے لگی اور اسے شامیر کی فکر ستانے لگی۔ وہ اس سے شدید ناراض تھا۔ تب ہی چاند رات کی مبارک باد تک کا پیغام تک نہ بھیجا۔ اسے شامیر کو منانا چاہیے۔ اتنے خوب صورت موقع پر روٹھنا اچھی بات نہیں۔ مہندی کب لگی اسے خبر بھی نہ ہوئی۔ روحی نے اس کی ہتھیلیوں کے عین وسط میں اس کا اور شامیر کا نام بڑی خوب صورتی سے لکھا تھا۔ وہ اپنی مہندی سکھانے کی غرض سے چھت پر آگئی۔ گہرے سرمئی آسمان پر باریک سا چاند اس وقت بادلوں کے پیچھے جا چھپا تھا۔ اس کی مدھم مدھم سی روشنی بادلوں سے چھن کر پورے عالم کو روشن کر رہی تھی۔

"چاند رات اور تمہارا ساتھ، میرے لیے اس سے بڑھ کر عید کا تحفہ اور کیا ہوگا۔" ماضی سے چھنکتی ہوئی آواز، یاد بن کر اس کے چہرے پر اداسی بکھیر گئی۔

"اف یہ مہندی جلدی سے خشک ہو تو میں اس دشمن جان کو میسج کروں۔" وہ ایک نظر گیلی مہندی پر ڈال کر جھنجلائی۔

"دشمن جان خود حاضر ہے آپ کے پاس، جو پیغام دینا ہے بالواسطہ دیجیے دشمن جان کی جان۔" اس بار آواز ماضی سے نہیں بلکہ اس کے پیچھے سے آئی تھی۔ وہ جھٹکے سے مڑ کر پیچھے دیکھنے لگی۔ وہ سینے پہ ہاتھ باندھے بالکل اس کے نزدیک کھڑا یک ٹک اسے دیکھ رہا تھا۔

"تم... تم یہاں کیسے آئے؟" وہ حیرت سے پوچھنے لگی۔

"اپنے ان توانا پیروں سے، چھت تک آتی ان سیڑھیوں سے خراماں خراماں چڑھتے ہوئے یہاں تک پہنچا۔" وہ اس کے چہرے کو اپنی خواب ناک نگاہوں سے ٹٹول رہا تھا کہ اس کے یہاں آنے کی خوشی اس کے چہرے پر جھلک رہی ہے یا نہیں۔ پر برا ہوا ان ٹھنڈی ٹھنڈی اٹکھیلیاں کرتی ہواؤں کا جو اس کی آوارہ لٹوں کو اس کے دلکش چہرے کی چوکیداری پر لگا کر اب شامیر کی جھنجلاہٹ کے مزے لے رہی تھیں۔

"نہیں... تم تو مجھ سے ناراض تھے نا، چاند رات کی مبارک باد تک نہیں دی۔ اب کیوں آئے ہو؟" اب جب وہ خود ہی مان کر واپس آگیا تو تھوڑے نخرے دکھانا تو بنتا ہے نا۔

"ٹھیک ہے چلا جاتا ہوں پھر..." وہ کندھے اچکاتے ہوئے واپس جانے کو مڑا تو نتاشا نے بے ساختہ اسے آواز دے ڈالی۔

"شامیر...!"

"ہونہہ... کہو..." وہ جیسے منتظر تھا اس کی پکار کا۔ فوراً اس کے نزدیک آکر بولا۔

"آئی ایم سوری! میں نے غلط مطالبہ کیا تھا۔ مجھے احساس ہو گیا ہے اس بات کا۔" وہ نظریں جھکائے بول رہی تھی۔ چہرے پر آوارہ لٹوں کی چھیڑ چھاڑ اسے بار بار تنگ کر رہی تھیں۔ پر ہاتھوں میں لگی مہندی کے باعث وہ انہیں ہٹا بھی نہیں پا رہی تھی۔ شامیر نے اس کی الجھن محسوس کرتے ہوئے اس کی لٹوں کو چہرے سے ہٹا کر کان کے پیچھے کیا اور کہنے لگا۔

"اچھی بات ہے کہ تمہیں احساس ہو گیا۔ پر اب کوئی فائدہ نہیں۔ عیدی تو تمہاری اب آ نہیں سکتی۔ اب اگلے سال اپنی خواہش کے مطابق تم خود ہی عیدی کی تیاری کرنا۔" وہ اسے بڑے پیار سے شرمندہ کر رہا تھا۔

"جھوٹے کہیں کے... بڑے وعدے کیے تھے چاند رات کو چوڑیاں پہناؤں گا۔" وہ اسے خفگی سے کہتی ہوئی منہ موڑے کھڑی تھی۔

"میری کیا غلطی اس میں، میں تو لایا تھا سب کچھ تم ہی نے منع کیا تھا کہ نہیں میں خود جا کر خریدوں گی، ورنہ نہیں چاہیے۔" وہ بمشکل اپنی ہنسی ضبط کرتے ہوئے اس کی نقل اتارتا ہوا بولا۔

"تو نا سمجھی میں کہہ دیا تھا۔ اتنا دل پر لینے کی کیا ضرورت تھی۔ بہت برے ہو تم۔" وہ پلکیں جھپک کر اپنے آنسوؤں کو اندر دھکیلتے ہوئے بولی تو شامیر کو اس پر بے ساختہ پیار آیا۔ سو مزید ستانے کا ارادہ ترک کر دیا۔

"اچھا اپنی مہندی دکھاؤ مجھے۔" اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

"کیوں دکھاؤں۔" نتاشا نے اپنے دونوں ہاتھوں کو پیچھے کرتے ہوئے تنک کر کہا۔

"آپ دونوں ہمیشہ لڑتے رہیں گے یا نیچے بھی چلیں گے۔ سب نیچے کب سے آپ لوگوں کا انتظار کر رہے ہیں۔" نتاشا کی چھوٹی بہن سدرہ نے اچانک انٹری مار کر دھاڑ لگائی۔

"آ رہے ہیں... آ رہے ہیں۔" وہ دونوں آگے پیچھے اتر کر نیچے آئے۔ نیچے کا منظر الگ ہی داستان سنا رہا تھا۔ شگفتہ پھولوں کے کنگن، مٹھائی کے ٹوکرے اور خوب صورت گفٹس کے پیکٹس بڑی خوب صورتی سے میز پر سجائے منتظر تھیں۔ اسے کمرے میں آتا دیکھ کر بڑی محبت سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔ وہ ان کی محبت پر شرمسار سی ان کے گلے لگ گئی۔

"میں نے تو اپنی بیٹی کی عیدی کی تیاری رمضان کے شروع روزے میں ہی کر لی تھی۔ پر یہ شامیر ہی وقت نکال نہیں پا رہا تھا عیدی لے کر آنے کا۔ آج تو بس میں نے کہہ دیا تمہیں نہیں جانا ہے تو بھلے نہ جاؤ، میں تو جا رہی ہوں اپنی بیٹی کے گھر۔" شگفتہ نے پیار سے اس کے مہندی لگے ہاتھوں میں پھولوں کے کنگن پہناتے ہوئے کہا تو وہ دل ہی دل میں خود کو کوسنے لگی۔ کہ کیا ضرورت پڑی تھی عیدی میں رخنہ ڈالنے کی۔ خود خریداری کر کے وہ ایک سے بڑھ کر ایک قیمتی شے خرید لیتی، مگر وہ محبت تو نہیں پا سکتی جو اس کی ساس کے دل میں اس کے لیے تھی۔ اس نے ذرا کی ذرا نظر اٹھا کر شامیر کو دیکھا۔ وہ اس کی ہتھیلی پر سجے اپنے نام کو دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ اس نے نظریں واپس جھکالیں۔ ایک خوب صورت سی مسکان اس کے لبوں پر پھیل گئی۔

مدیحہ نے اپنے داماد کو مسکراتا دیکھ کر اللہ کا شکر ادا کیا اور دل ہی دل میں اس کی دانش مندی کی داد دی۔ اس نے نتاشا کی بے وقوفی اپنی ماں سے چھپا کر نتاشا کو اس کی غلطی کا احساس بھی دلا دیا تھا اور ماں کا دل دکھنے سے بھی بچا لیا تھا۔

شگفتہ لاکھ محبت کرنے والی خاتون سہی پر اگر انہیں نتاشا کی ضد کے بارے میں معلوم ہوتا تو لازمی طور پر دکھ ہوتا اور سب ٹھیک ہو جانے کے بعد بھی ان کے دل میں بال ضرور آجاتا۔ جو یقیناً آگے جا کر کہیں نہ کہیں ساس بہو کے رشتے پر اثر انداز ضرور ہوتا۔ وہ صدقے واری جاتے اپنے داماد کو دیکھ رہی تھیں۔ جو شگفتہ کی پیار بھری چھیڑ چھاڑ سے لطف اندوز ہوتا شرماتی ہوئی نتاشا کو مسکراتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

☆ ☆

سرورق کی شخصیت	
ماڈل	مدوش اور جیا
میک اپ	روز بیوٹی پارلر
فوٹوگرافر	موسیٰ رضا